© rasailojaraid.com

نام کتاب : علامہ محمد فضل حق خیر آبادیؒ

مؤلف : سلمہ سیہول

سن طباعت : ۲۰۰۱ء

تعداد صفحات : ۴۴۶

ناشر : مکتبہ قادریہ، جامعہ نظامیہ رضوی، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور

قیمت : ۱۶۵ روپے

تبصرہ نگار : مجیب احمد ☆

خاندانِ خیر آباد، خصوصاً علامہ محمد فضل حق خیر آبادیؒ (۱۷۹۷ء-۱۸۶۱ء) کا ہندوستان کی دینی، علمی اور فکری تاریخ میں نمایاں مقام اور پہچان ہے۔ علم منطق و فلسفہ اور علم کلام میں یہ خاندان اپنا ایک الگ اور مدلل مسلک رکھتا ہے۔ اس مسلک کے مثبت رمنفی اثرات جنوبی ایشیاء کی دینی اور فکری فضا میں آج بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ تاہم ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حالات و واقعات اور ان کے منطقی نتائج کچھ ایسے تھے کہ علامہ فضل حق خیر آبادیؒ کی شخصیت کا سیاسی پہلو، ان کی وجہ سے متنازع فیہ ہوگیا جس کے سبب، علامہ صاحبؒ اور ان کے خاندان کی گراں قدر دینی، علمی اور فقہی خدمات پس منظر میں چلی گئیں۔ اس لحاظ سے علامہ صاحب کی شخصیت ہماری قومی و فکری تاریخ کی ایک مظلوم شخصیت بن گئی کہ جن کے بارے میں آج تک کوئی جامع اور تحقیقی کام منظر عام پر نہیں آ سکا اور جس قدر ہمارے سامنے آیا اس کے مطالعہ سے ان کی شخصیت کے بارے میں غلط فہمیوں کا ازالہ ہونے کی بجائے مزید ابہام پیدا ہو جاتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں محترمہ مصنفہ نے محنت سے معلومات جمع کی ہیں لیکن پھر بھی بہت سے پہلو تشنہ ہیں۔

☆ سیٹلائیٹ ٹاؤن، راولپنڈی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

محترمہ سلمہ سیہول کی کتاب کے سرورق پر درج ہے۔ ''برصغیر کے امام منطق و فلسفہ، مشہور شاعر و ادیب اور جنگ آزادی ۱۸۵۷ء کے ہیرو ''علامہ محمد فضل حق خیر آبادی'' لیکن اس دعویٰ کو ثابت کرنے کے لیے جن ٹھوس دلائل کی ضرورت تھی ان کی کمی محسوس ہوتی ہے۔

محترمہ مصنفہ نے کتاب کے ص ۹۴-۹۶ پر ''پاک و ہند کے امام منطق و فلسفہ'' کا عنوان دے کر صرف چند اقتباسات دے دیے ہیں، اس سلسلے میں کوئی تفصیلات بیان نہیں کیں۔ اسی طرح ص ۹۸-۱۰۴ پر ''ہند کے مایہ ناز شاعر و ادیب و نقاد'' کے عنوان کے تحت علامہ فضل حق خیر آبادی'' کی عربی، فارسی اور اردو زبان و ادب کے حوالے سے خدمات کا مختصراً تعارف پیش کر دیا ہے۔

زیرِ نظر کتاب کا معتد بہ حصہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے حالات و واقعات، نتائج اور اس ضمن میں علامہ فضل حق خیر آبادی'' کے کردار پر مشتمل ہے۔ کتاب کے اس طویل ترین باب (ص۱۸۱-۳۶۰) پر ''سیاسی احوال'' کے عنوان کے تحت جو بحث کی گئی ہے، اول تو اس میں شامل ص ۱۹۶-۳۰۳ غیر ضروری اور غیر متعلقہ ہیں۔ ان صفحات پر ''قائدین جنگ آزادی'' کے عنوان کے تحت اقتباسات کی بھرمار ہے۔ حالانکہ ان کا تجزیہ کر کے ان کو مختصراً پیش کیا جا سکتا تھا۔ یہ اعتراض اس لیے بھی پیدا ہوتا ہے کہ محترمہ مصنفہ نے اپنے ممدوح کے بارے میں صرف ص ۳۰۴-۳۵۹ پر بحث کی ہے اور یہی وہ مقام ہے جہاں علامہ صاحب'' کی شخصیت کے سیاسی پہلو کو مدلل اور غیر مبہم انداز میں پیش کرنے کی ضرورت تھی۔

محترمہ سلمہ سیہول کے مطابق (ص۱۳-۱۸۲) علامہ فضل حق خیر آبادی'' انگریزوں کے سب سے بڑے مخالف اور دشمن تھے۔ لیکن اسی کتاب کے صفحہ ۳۱۹ کے مطابق علامہ صاحب'' نے جنگ آزادی کے صرف آخری ماہ (وسط اگست سے ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء تک) میں حصہ لیا۔ اسی طرح ص ۳۳۹ پر محترمہ مصنفہ علامہ صاحب'' کے ہی ایک خط بنام نواب یوسف علی خان رام پور (۱۸۱۶ء-۱۸۶۵ء) کے حوالے سے لکھتی ہیں کہ علامہ صاحب'' کا موقف یہ تھا کہ وہ ان الزامات سے بری الذمہ ہیں جو ان پر عائد کیے گئے ہیں۔ وہ فضل حق کوئی اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے جس کے الزامات مجھ پر عائد کیے جا رہے ہیں۔ پھر ص ۳۴۸-۳۵۲ پر اپنی تمام تر بحث کا خلاصہ موصوفہ یہی بیان کرتی ہیں کہ ''فردجرم میں علامہ پر لگائے جانے والے الزامات غلط ہیں'' (ص۳۵۲)۔ ص ۵۶-۵۷ پر محترمہ مصنفہ بیان کرتی ہیں کہ جب بہادر شاہ ظفر (۱۷۷۵ء-۱۸۶۲ء) کے ہاتھوں صورت حال قابو سے باہر ہوگئی اور دہلی ہاتھ سے جاتی ہوئی نظر آئی تو اس نے علامہ صاحبؒ کو وسط اگست ۱۸۵۷ء میں الور سے دہلی بلایا اور ان کے آنے پر بہادر شاہ ظفر نے دہلی کا تمام تر انتظام علامہ صاحبؒ کے سپرد کر دیا۔ (ص۵۶) اب اگر دہلی کا تمام تر انتظام علامہ صاحبؒ کے ہاتھ میں تھا تو یہ لازمی امر ہے کہ ۱۹ ستمبر ۱۸۵۷ء کو ہونے والے سقوط دہلی کی تمام تر ذمہ داری بھی علامہ صاحبؒ پر عائد ہونی چاہیے۔ اسی طرح کتاب کے ص ۵۷ پر ہے کہ جب دسمبر ۱۸۵۷ء میں لکھنو کے محاذ پر جنگ چھڑ گئی تو علامہ صاحبؒ خیر آباد سے لکھنو چلے گئے۔ وسط مارچ ۱۸۵۸ء میں سقوط لکھنو ہوا تو علامہ صاحبؒ واپس خیر آباد آ گئے۔ اس سے بھی قاری کا ذہن یہی تاثر لیتا ہے کہ سقوط لکھنو میں بھی علامہ صاحبؒ کا کردار تھا۔ کتاب کے مختلف صفحات پر یہ متضاد بیانات مولانا فضل حق خیر آبادی سے متعلق کوئی حتمی رائے قائم کرنے کے لیے مددگار ثابت نہیں ہوئے، ان کی تنقیح ضروری تھی۔

بہادر شاہ ظفر کے زوال پذیر عہدِ حکمرانی کو سنبھالا دینے کے لیے علامہ فضل حق خیر آبادیؒ نے بقول محترمہ مصنفہ جو لائحہ عمل اور دستور مرتب کیا وہ اردو میں لکھا جانے والا پہلا مکمل، مستقل اور جمہوری دستور ہے۔ (ص۳۲۷-۳۲۸) لائق توجہ بات یہ ہے کہ علامہ صاحبؒ اپنے عربی قصیدہ نونیہ میں جس نظام حکومت اور حکمران کے بارے میں نہایت برہمی اور بیزاری کا اظہار کرتے ہیں (ص۳۰۷-۳۰۹ اور ۳۱۷-۳۱۸) پھر بقول محترمہ مصنفہ اسی حکومت کو سنبھالا دینے کے لیے ایک ''دستور'' بھی مرتب کرتے ہیں۔ جس ''دستور'' کے تحت مملکت کا صدر بادشاہ ہو، جس میں سول کے ساتھ ساتھ فوج کو بھی نمائندگی حاصل ہو اور جس ''دستور'' میں کابینہ کے ارکان منتخب ہونے کی بجائے نامزد ہوں۔

محترمہ مصنفہ نے مولانا فضل حق خیر آبادی اور مرزا اسد اللہ خان غالب (۱۷۹۷ء-۱۸۹۹ء) کے باہمی تعلقات سے تفصیلی بحث کی ہے۔ اگر دیگر معاصر شخصیات سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی آپ کے روابط بیان کر دیئے جاتے تو زیادہ مناسب ہوتا۔

مصادر و مراجع کو مروجہ تحقیقی انداز میں درج کیا جاتا تو کتاب کی اہمیت میں اضافہ ہوتا۔ بعض حوالوں کے اندراج میں بھی تسامح ہوا مثلاً ''رسالہ اسباب، بغاوت ہند'' کو ''اسباب سرکشی ہندوستان'' درج کر دیا گیا۔ اس طرح سنین اور بالخصوص عیسوی اور ہجری سنین میں مطابقت بھی لائق توجہ ہے۔

ان ملاحظات سے مقصود صرف اور صرف یہ ہے کہ آئندہ اشاعت میں اگر مناسب ہو تو انہیں پیشِ نظر رکھا جائے۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com